Jaun Elia: The Aesthetic and Intellectual System of Simile in Poetic Imagery

جون ایلیا: شعری پیکر میں تشبیہ کا جمالیاتی اور فکری نظام

Muhammad Naeem ud din*[1]
Scholar, Department of Urdu Govt. College University Faisalabad.
Dr.Saima Iqbal*[2](Correspondance Author)
Assistant Professor, Department of Urdu Govt. College University Faisalabad.
Aamir Sohail*[3]
M.Phil scholar, Department of Urdu Govt. College University Faisalabad.
.

[1]*محمد نعیم الدین
اسکالر، شعبہ اردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
[2]*ڈاکٹر صائمہ اقبال
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
[3]*عامر سہیل
ایم فل اسکالر، شعبہ اردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Correspondance: saimaiqbalgcuf752@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 23-02-2025
Accepted:26-03-2025
Online:28-03-2025

CC BY

In the poetry of Jaun Elia, the use of simile is not merely for literary beauty, but rather emerges as a means of intellectual and inner expression. His similes deviate from traditional beauty, based comparisons and instead reflect modern, symbolic, and introspective emotions. He conveys deep human feelings such as love, loneliness, defeat, and existential anguish through simple yet startling similes. Each of his similes seems to encompass an entire universe within itself, offering the reader not just aesthetic pleasure, but also intellectual stimulation.
Thus, the use of simile in Jaun Elia's poetry holds a unique position within both the classical and modern styles of the Urdu ghazal. It not only distinguishes him as an original poet but also as a creator who gives a new

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

dimension to the expressive power of language. This article explores the use of simile in the poetry of Jaun Elia.

KEYWORDS: Jaun Elia, Poetry of Jaun Elia,Simile, Traditional beauty, Modern, Symbolic, Introspective emotions, Classical and modern styles of the Urdu ghazal

اُردو ادب میں چند بلند پایہ شعرا ایسے ہیں جنھوں نے بہت ہی کم سنی میں اپنی شاعری کا آغاز کیا۔ جونؔ ایلیا بھی ان شعرا میں شمار کیے جاتے ہیں۔ جونؔ نے پہلا شعر آٹھ سال کی عمر میں لکھا تھا۔ انھوں نے اتنی کم سنی میں شعری لب و لہجہ کو اپنایا۔ ان کے خاندان نے مسلسل سات پشتوں سے ادب میں ایک خاص مقام قائم کیا ہوا تھا۔ موروثی خون میں ادبی جرثومے بھی موجود تھے۔ ماحول بھی ادب کا ہی میسر تھا۔ ادب کے زیرِ اثر تربیت پائی جا رہی تھی۔ ان تمام حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اگر دیکھا جائے تو یہ بات قابلِ یقین معلوم ہوتی ہے کہ جون ایلیا نے آٹھ سال کی عمر میں شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ در حقیقت، یہ اُن کی زندگی کا ایک منفرد اور غیر معمولی واقعہ تھا، جسے وہ خود ایک 'حادثہ' قرار دیتے ہیں۔ اس حوالے سے جون ایلیا رقم طراز ہیں:

> "میری عمر کا آٹھواں سال میری زندگی کا سب سے زیادہ سال تھا۔ اس سال میری زندگی کے دو سب سے اہم حادثے پیش آئے۔ پہلا حادثہ یہ تھا کہ میں اپنی نرگسی انا کی پہلی شکست سے دوچار ہوا، یعنی ایک قتالہ لڑکی کی محبت میں گرفتار ہوا اور دوسرا حادثہ یہ تھا کہ میں نے پہلا شعر کہا:
>
> چاہ میں اس کی طمانچے کھائے ہیں
> دیکھ لو سرخی میرے رخسار کی "(1)

اس کے بعد آہستہ آہستہ ذوقِ شاعری پروان چڑھنے لگا۔ سکول کی کتب پڑھنے کا اتنا شوق نہ تھا جتنا فلسفیانہ و دیگر علوم کی کتب، عمر میں بلوغت کے ساتھ ساتھ شعور اور فکر میں بھی نکھار رونما ہوا۔ تقسیم بر صغیر پاک و ہند 1947ء میں جون ایلیا کے بھائی ہجرت کر کے پاکستان میں رہائش پذیر ہو گئے، لیکن جون ایلیا 10 سال بعد ہجرت کر کے آئے۔ آپ کی 1957ء تک کی شاعری کے رجحانات بعد کی شاعری کے رجحانات سے تھوڑے مختلف ہیں جن کا ذکر آئندہ باب میں کیا

جائے گا۔ جون ایلیا کی کل سات تصانیف ہیں۔ ان میں سے پانچ شعری مجموعے ہیں۔ایک مجموعہ طویل نظم پر مشتمل ہے۔ایک تصنیف مضامین اور انشائیوں پر مشتمل نثر کی اعلیٰ مثال ہے۔ان تمام میں سے ایک شعری مجموعہ "شاید" جونؔ ایلیا کی زندگی میں شائع ہو چکا تھا۔باقی تمام ادبی خدمات جونؔ ایلیا کے پیارے دوست خالد احمد انصاریؔ کی ثمر آور محنت و کاوش سے اشاعت کی منزل پر پہنچیں۔ان کی تمام ادبی خدمات مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ شاید (مجموعہ نظم وغزل)، 1990ء

2۔ یعنی (مجموعہ نظم وغزل)، 2003ء

3۔ گمان (مجموعہ نظم وغزل)، 2004ء

4۔ لیکن (مجموعہ نظم وغزل)، 2006ء

5۔ گویا (مجموعہ نظم وغزل)، 2008ء

6۔ فرنود (انشائیے اور مضامین)، 2013ء

7۔ راموز (طویل نظم)، 2016ء

مندرجہ بالا ادبی کارناموں کا ایک جامع تعارف پیشِ نظر ہے۔

تشبیہ

تشبیہ کے لفظی معنی ایک چیز کو دوسری چیز کے مانند قرار دینا ہے۔ علمِ بیان کی رو سے جب ایک چیز کو کسی مشترکہ خصوصیت کی بنا پر دوسری چیز کی مانند قرار دیا جائے جب کہ وہ دوسری چیز میں زیادہ پائی جائے تو اسے تشبیہ کہتے ہیں۔ جون ایلیا کی شاعری میں تشبیہ (Simile) کے عناصر نمایاں طور پر موجود ہیں، اور وہ نہایت فطری، بلیغ اور غیر روایتی انداز میں ان کا استعمال کرتے ہیں۔ تشبیہ اُن کے اسلوب کی ایک اہم فنی خصوصیت ہے جو اُن کی داخلیت، کرب، طنز، اور فلسفیانہ زاویۂ نگاہ کو اور مؤثر بنا دیتی ہے۔ جون کی تشبیہیں اکثر ان کے باطن کے انتشار، اکیلے پن یا ذہنی الجھن کی عکس بندی کرتی ہیں۔ جون ایلیا چونکہ فلسفے، تاریخ اور منطق کے گہرے عالم تھے، اس لیے وہ تشبیہ کو بھی فلسفیانہ رنگ دے دیتے ہیں۔ جون ایلیا نے روایتی عشقیہ شاعری کی عام تشبیہوں سے ہٹ کر چونکا دینے والی اور جدید تشبیہوں کا استعمال کیا ہے۔ آیئے ان کے کلام میں ان تشبیہات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

اب وہ گھر اک ویرانہ تھا بس ویرانہ زندہ تھا
سب آنکھیں دم توڑ چکی تھیں اور میں تنہا زندہ تھا(2)

اس شعر میں گھر کو ویرانہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔اس میں "گھر" مشبہ ہے اور "ویرانہ" مشبہ بہ ہے۔ دونوں مفرد ہیں۔

آپ میں کیسے آؤں میں تجھ بن
سانس جو چل رہی ہے آری ہے(3)

اس شعر میں جون ایلیا نے 'سانس' کو 'آری' سے تشبیہ دے کر اذیت اور کرب کے شدید احساس کو مجسم کر دیا ہے۔ سانس لینا ان کے لیے اس قدر مشکل ہو رہا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سانس مجھے آری کی طرح کاٹ رہی ہے۔ اس شعر میں مشبہ ”سانس“ اور مشبہ بہ ”آری“ دونوں مفرد ہوں۔

دل جو تھا کیا تھا ایک محفل تھا
اب ہے درہم جی اور برہم جی(4)

اس شعر میں جونؔ ایلیا نے دل کو محفل سے تشبیہ دے کر اس کی ہنگامہ خیزی، تنہائی یا بیکسی کو علامتی انداز میں پیش کیا ہے۔ محفل رونق اور خوشی کی ہوتی ہے۔ جونؔ کہتے ہیں کہ دل پہلے بہت خوش تھا لیکن اب ویسا نہیں رہا۔ اب مشکلات نے اسے گھیر لیا ہے۔ اس شعر میں ”دل“ مشبہ ہے اور ”محفل“ مشبہ بہ اور یہ دونوں مفرد ہیں۔

دل ہے بسمل، پڑا تڑپتا ہے
اپنا قاتل پڑا تڑپتا ہے(5)

س شعر میں جونؔ ایلیا نے دل کو 'بسمل' سے تشبیہ دے کر شدید جذباتی اذیت اور تڑپ کو مجسم کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جیسے ذبح ہونے والا جانور تڑپتا ہے، ویسے ہی ان کا دل بھی بے قراری سے تڑپ رہا ہے۔ اس شعر میں ”دل“ مشبہ ہے اور ”بسمل“ مشبہ بہ اور یہ دونوں مفرد ہیں۔

اس جانب کیا گزری آخر، اس کی خبر تو لینی تھی
دشت ہوا ”دل شہر“ ہمارا، تم جانے کس شہر میں ہو(6)

اس شعر میں جون ایلیا کہتے ہیں کہ میرا دل پہلے بہت خوش تھا اب دشت کی طرح ویران ہو چکا ہے۔ یعنی اب تمام خوشیاں ساتھ چھوڑ چکی ہیں۔ اس شعر میں مشبہ ”دل شہر“ ہے اور مشبہ بہ ”دشت“ ہے۔

تشبیہ مرکب

تشبیہِ مرکب ایسی تشبیہ ہوتی ہے جس میں مشبہ اور مشبہٌ بہ دونوں کوئی مفرد شے نہیں بلکہ ایک مجموعی صورت یا ہیئت ہوتی ہے، یعنی کئی اشیاء سے مل کر ایک حالت یا کیفیت بنتی ہے، جس سے دوسرے مجموعے کا موازنہ کیا جاتا ہے۔

ہے وہ اک خوابِ بے تعبیر اس کو
بھلا دینے کی نیت ہے؟ نہیں تو(7)

اس شعر میں ”وہ“ مشبہ ہے اور ”اک خواب بے تعبیر“ مشبہ بہ ہے اور مشبہ بہ کئی چیزوں سے مل کر بنی ہوئی مجموعی حالت ہے۔ لہٰذا یہ تشبیہ مرکب ہے۔ جون ایلیا اس شعر میں شاعر اپنے محبوب کو ایک ایسے خواب سے تشبیہ دیتا ہے جو حسین، ناپائدار اور ناقابلِ گرفت ہوتا ہے شاعر کو اس بات کا شعور ہے کہ محبوب کا حصول ممکن نہیں، اس لیے وہ

اسے ایک ایسے خواب سے تعبیر کرتا ہے جو دیکھنے میں تو دلکش ہے، مگر حقیقت کی دنیا میں اس کا کوئی وجود نہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ اسے بھلانا نہیں چاہتا۔

اک مہکتا سا وہ لمحہ تھا کہ جیسے اک خیال
اک زمانے تک اسی لمحے کو تڑپانا بھی تھا[8]

اس شعر میں مشبہ "اک مہکتا سا وہ لمحہ" ہے اور مشبہ بہ "اک خیال" ہے۔ تشبیہ مرکب کی شرط کے مطابق یہ دونوں "مشبہ" اور "مشبہ بہ" مفرد بھی نہیں ہیں اور کئی چیزوں سے مل کر بنی ہوئی مجموعی ہیئت ہیں۔

تشبیہ مفصل

ایسی تشبیہ جس میں "وجہ شبہ" موجود ہو یا وجہ شبہ کی بجائے ایسی کوئی چیز ذکر دی گئی ہو جس سے وجہ شبہ کا لازمی تعلق ہو۔

خون کر دوں ترے شباب کا میں
مجھ سا قاتل ترا شباب نہیں[9]

اس شعر میں جونؔ ایلیا محبوب سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو تمہارے شباب کو مٹا دوں، کیونکہ تمہارا حسن اور تمہاری ادائیں اتنی قاتل نہیں جتنی میرے اپنے شباب کی کاٹ ہے۔ تم اگر اپنی دلکشی سے دوسروں کو مسحور کرتی ہو، تو میرا شباب تمہارے شباب سے زیادہ مہلک اور پر اثر ہے۔ شاعر دراصل محبوب کے غرورِ حسن کو چیلنج کر رہا ہے اور اپنی ذات کی کشش و جمال کو اس پر فوقیت دے رہا ہے۔ یہ انداز نہ صرف انفرادیت کا اظہار ہے بلکہ محبوب کی برتری کو تسلیم کرنے سے انکار بھی۔ اس شعر میں مشبہ "ترا شباب" ہے اور مشبہ بہ "مجھ" یعنی جون ایلیا کی ذات ہے۔ تشبیہ مفصل کی شرط کے مطابق اس شعر میں وجہ شبہ "قاتل" ہے۔

چراغ اس طرح روشن کر رہا ہوں
کہ جیسے گھر جلایا جا رہا ہو[10]

اس شعر میں چراغ کو جلتے ہوئے گھر سے تشبیہ دی جا رہی ہے اور تشبیہ مفصل کی شرط کے مطابق اس تشبیہ کی وجہ شبہ "روشنی" ہے۔

اُڑے جاتے ہیں دُھول کی مانند
آندھیوں پر سوار تھے ہم تو[11]

اس شعر میں مشبہ "ہم" ہے اور مشبہ بہ "دُھول" ہے اور دونوں کی وجہ شبہ "اڑنا" ہے۔

ہار سنگھار ہے اداس اور وہ یوں کہ اک پرند
چھوڑ کے اپنا آشیاں، جانے کہاں چلا گیا[12]

اس شعر میں جونؔ ایلیا اپنی داخلی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آج میں بن سنور کے بھی اس قدر اُداس دکھائی دے رہا ہوں، جیسے کوئی پرندہ اپنا آشیانہ چھوڑ کر کہیں کھو گیا ہو۔ یہاں شاعر نے اپنی ظاہری حالت (یعنی ہار سنگھار کے باوجود کی اداسی) کو اُس پرندے سے تشبیہ دی ہے جو اپنے گھر سے بچھڑ چکا ہو۔ اس تشبیہ میں مشبہ 'بناؤ سنگھار کے باوجود شاعر کی اداس حالت' ہے، اور مشبہ بہ 'اپنا آشیانہ بھولا ہوا پرندہ' ہے۔ وجہِ شبہ 'اداسی اور اجنبیت کا احساس' ہے، جو دونوں میں مشترک ہے۔ چونکہ یہاں مشبہ، مشبہ بہ، وجہِ شبہ اور حرفِ تشبیہ (جیسے، گویا، کی طرح وغیرہ) سب واضح ہیں، اس لیے یہ تشبیہ فنِ بلاغت کی اصطلاح میں تشبیہ مفصل کہلاتی ہے۔

آج شمشان کی سی بو ہے یہاں
کیا کوئی جسم جل رہا ہے کہیں (13)

"اس شعر میں جونؔ ایلیا اپنی نفسیاتی اذیت، ذہنی بے چینی یا داخلی انتشار کو بو کے ایک غیر معمولی احساس کے ذریعے بیان کرتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ آج میرے ارد گرد ایسی بو پھیلی ہوئی ہے جیسے شمشان سے آتی ہے۔ وہ جگہ جہاں ہندو اپنے مُردوں کو جلاتے ہیں۔ یہاں 'بو' مشبہ ہے اور 'شمشان کی بو' مشبہ بہ ہے، جب کہ ان دونوں میں وجہِ شبہ 'جسم جلنے کی بدبو' ہے، جو شدید اذیت، موت یا تباہی کی علامت ہے۔ اس تشبیہ کے ذریعے شاعر نے اپنی داخلی کیفیت کو ایک ہولناک منظر سے جوڑ دیا ہے، جو قاری کے ذہن میں ایک چونکا دینے والا تاثر چھوڑتا ہے۔

گلوں کی طرح میں بے جا ہنسی کیونکر ہنسوں آخر
بہت دن ہو گئے، لب ہائے خنداں سے لڑائی ہے (14)

اس شعر میں جون ایلیا کہتے ہیں کہ پھول تو بے جا ہنستے رہتے ہیں۔ لہٰذا میں ان کی طرح بغیر کسی وجہ سے بھلا کیوں ہنسوں۔ میرے ہنسنے کا جو ذریعہ تھا یعنی میرا محبوب اس سے تو بہت دنوں سے لڑائی ہے میری۔ لہٰذا میں پھولوں کی طرح بغیر کسی وجہ کے نہیں ہنس سکتا۔ اس شعر میں مشبہ ''میں'' ہے، مشبہ بہ ''پھول'' ہیں اور وجہ شبہ ''ہنسی'' ہے۔

تشبیہ بعید

ایسی تشبیہ جس کی وجہ شبہ قدرے غور کرنے سے سمجھ میں آئے یعنی بالکل سطحی اور عام نہ ہو۔

تمہارے بعد کوئی خاص فرق تو نہ ہوا
حزیں قدر کہ وہ پہلی سی زندگی نہ رہی (15)

اس شعر میں جون ایلیا اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ تیرے چھوڑ جانے کے بعد میری زندگی میں کوئی خاص فرق نہیں آیا یعنی میں مر تو نہیں گیا لیکن بس اتنا سا فرق آیا ہے کہ میری زندگی پہلے کی طرح خوشگوار نہیں رہی۔ خوشیوں سے اپنا رشتہ ختم ہو چکا ہے۔ اس شعر میں مشبہ ''زندگی'' ہے اور مشبہ بہ ''پہلی'' یعنی پرانی زندگی ہے۔ اس شعر میں غور و فکر کرنے کے بعد وجہ شبہ کا پتہ چلتا ہے کہ وہ ''زندگی کی خوشیاں'' ہیں۔

تشبیہ مفروق

تشبیہ مفروق وہ تشبیہ ہوتی ہے جس میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کئی کئی ہوں اور انہیں کلام میں اس ترتیب سے بیان کیا جائے کہ ہر مشبہ کے ساتھ اس کا مخصوص مشبہ بہ الگ الگ ذکر ہو۔

اجنبی سا اک موسم ایک بے موسم سی شام
جب اسے آنا نہیں تھا جب اسے آنا بھی تھا(16)

اس شعر میں دو جگہ تشبیہ دی گئی ہے۔ پہلے موسم کو اجنبی سے تشبیہ دی گئی ہے اور پھر شام کو بے موسم سے تشبیہ دی گئی ہے اور ہر ایک تشبیہ کے مشبہ اور پھر مشبہ بہ ترتیب سے بیان کیے گئے ہیں۔

دید تھی انتظار کے مانند
اصل تھا ہجرِ یار کی مانند(17)

اس شعر میں بھی دو تشبیہات ہیں۔ پہلے مصرعے میں "دید" کو "انتظار" سے تشبیہ دی گئی ہے اور دوسرے مصرعے میں "وصل" کو "ہجر یار" سے تشبیہ دی گئی ہے اور دونوں تشبیہات ایک ترتیب کے ساتھ ہیں۔

تشبیہ مُرسل

ایسی تشبیہ جس میں اداتِ تشبیہ موجود ہوں۔

میرے مانند گزرا کر میری جان
کبھی تو خود بھی اپنی رہگزر سے(18)

اس شعر میں مشبہ "مری جاں" ہے اور مشبہ بہ "مرے" ہے اور تشبیہ مرسل کی شرط کے مطابق ادات تشبیہ "مانند" ہے۔ اس شعر میں جونؔ ایلیا اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں: اے مری جاں! جیسے میں اکثر تیری گلی، تیری راہ گزر سے گزرتا ہوں، کاش تو بھی کبھی اسی طرح خود وہاں سے گزرے۔ تاکہ تجھے یہ اندازہ ہو سکے کہ لوگ مجھے یعنی تیرے دیوانے کو کس طرح کی نظروں سے دیکھتے ہیں، کس طنز یا تمسخر سے پکارتے ہیں۔ یہ شعر دراصل محبوب سے شکوہ نہیں، بلکہ ایک گہری خود آگاہی، خود داری اور معاشرتی رویّوں پر تنقید کا آئینہ دار ہے۔ شاعر اپنی محبت کے عذاب، معاشرتی تحقیر، اور محبوب کی بے خبری کو ایک شدید داخلی کرب کے ساتھ بیان کرتا ہے۔"

اپنے یوسف کو زلیخا کی طرح تم بھی کبھی
کچھ حسینوں سے ملا دو تو مزہ آ جائے(19)

اس شعر میں جون ایلیا اپنی محبوبہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ میری جان اگر تم بھی کبھی اپنے عاشق کو اپنی سہیلیوں سے ملاؤ اور انھیں بتاؤ کہ یہ میرا محبوب ہے جس طرح زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی کنیزوں اور سہیلیوں کو دکھایا تھا کہ دیکھو میرا محبوب کتنا خوبصورت ہے، تو مزہ ہی آ جائے۔ اس شعر میں تشبیہ مرسل کی شرط کے مطابق اداتِ تشبیہ "کی طرح" ہے۔

گفت و شنود کا دم بھلا کس کو ملا جو پوچھتا

شوخ سی اک شکل تھی، بس وہ جگا کے لے گئی[20]

جونؔ ایلیا اس شعر میں اپنے محبوب کی خوبصورتی کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ اس قدر خوبصورت ہے کہ جب وہ میرے سامنے آیا میرے تو جیسے ہوش ہی اڑ گئے۔ میں بھلا اس سے بات کیا کرتا میں تو خود میں ہی ہیں رہا۔ اس شعر میں ادات تشبیہ "سی" ہے۔

نہیں ہے مجھ ساز باں داں کوئی زمانے میں

جو میرا غم ہے، وہ یہ ہے، زباں تو کچھ بھی نہیں[21]

یہ شعر تعلی کا شعر ہے۔ اس شعر میں جونؔ ایلیا کہتے ہیں کہ میرے جیسا زبان داں زمانے میں کوئی نہیں ہے۔ جونؔ ایلیا کے لیے یہ بات کہنا بنتا بھی ہے۔ ایک تو انھیں وراثت میں شاعری ملی ہے۔ یعنی ان کے اجداد بھی شاعر تھے اور ان کے اندر جو خون دوڑ رہا تھا وہ شاعر کا تھا اور دوسری بات یہ کہ انھیں خود بھی ادب سے لگاؤ تھا اور جو انھیں ماحول ملا وہ تعلیمی تھا۔ اس طرح جون ایلیا نے ایسے ماحول میں اپنا بچپن گزارا جو ماحول علم و ادب کی اہمیت کا حامل تھا۔ یوں جونؔ ایلیا اس شعر میں یہ کہتے ہیں کہ زباں تو میرے لیے کچھ بھی نہیں بلکہ مجھے تو اس بات کا غم ہے کہ کوئی بھی مجھ سے بڑھ کر زباں داں نہیں ہے۔ اس شعر میں اداتِ تشبیہ "سا" ہے۔

میلکے میں پڑی ہے جان مری

اس کا قامت ہے دار کے مانند[22]

دار لکڑی کا ایک بڑا ٹکڑا ہوتا ہے جسے مجرموں کو پھانسی دینے کے لیے زمین میں گاڑا جاتا ہے۔ اس پر مجرموں کو لٹکایا جاتا ہے (پھانسی دی جاتی ہے) اس شعر میں جونؔ ایلیا اپنے محبوب کے قد کو دار (یعنی سولی) سے تشبیہ دیتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ جس طرح دار کئی لوگوں کی جان لے چکی ہے، اسی طرح مجھے بھی اپنے محبوب کے دراز قد سے خوف محسوس ہوتا ہے، شاید یہ بھی میری جان لے کر رہے گا۔ یہاں شاعر نے 'قد' کو علامت کے طور پر استعمال کیا ہے، اور اسے حسن کی ایسی بلندی بنا دیا ہے جو عشق کے مجرم کو سزا دینے کے لیے کافی ہے۔"

ٹکٹکی باندھ دیکھتا ہے مجھے

قیس اک ہونہار کے مانند[23]

اس شعر میں قیس کو ہونہار سے تشبیہ دی گئی ہے۔ "قیس" مشبہ ہے اور "ہونہار" مشبہ بہ ہے۔ تشبیہ مرسل کی شرط کے مطابق اس شعر میں ادات تشبیہ "کے مانند" ہے۔

تشبیہ موکد

ایسی تشبیہ جس میں "ادات تشبیہ" کلام میں موجود نہ ہو۔

میں تو ایک جہنم ہوں

کیوں رہتا ہے تو مجھ میں (24)

اس شعر میں جون ایلیا نے خود کو جہنم سے تشبیہ دی ہے یعنی اپنی زندگی کے غم والم کے باعث وہ خود کو جہنم سے تشبیہ دے رہے ہیں اور اپنے محبوب سے مخاطب ہیں کہ میں ایک جہنم کی مانند ہوں۔ تمہیں کوئی خوشی نہ دے سکوں گا لہٰذا تو مجھے چھوڑ دے۔ اس شعر میں ادات تشبیہ "نہیں" ہے لہٰذا یہ تشبیہ موکد ہے۔

وہ گلی ہے اک شرابی چشم کافر کی گلی

اس گلی میں جایئے تو لڑکھڑاتے جایئے (25)

جونؔ ایلیا اس شعر میں اپنے محبوب کی آنکھوں کو شراب سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ جس طرح شراب پینے سے انسان اپنے ہوش کھو جاتا ہے بالکل اسی طرح وہ اپنے محبوب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنے ہوش کھو بیٹھتا ہے۔ اس پر نشے کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے محبوب کی آنکھوں کو شراب سے تشبیہ دی ہے۔ تشبیہ موکّد کی شرط کے مطابق اس تشبیہ میں "ادات تشبیہ" مذکور نہیں۔

اک جہنم ہے میرا سینہ بھی

آرزو کب کی گل گئی ہو گی (26)

اس شعر میں جونؔ ایلیا کہتے ہیں کہ میرا شہر تو اک جہنم کی طرح ہے جس میں کتنے ہی غم موجود ہیں اور دل میرا روزانہ غم والم کی وجہ سے جلتا رہتا ہے لہٰذا میری خواہشات تو کب کی دم توڑ چکی ہوں گی اور اس جہنم میں جل کر راکھ ہو گئی ہوں گی۔ اس شعر میں جو تشبیہ استعمال کی گئی ہے وہ تشبیہ موکّد ہے کیوں کہ اس تشبیہ میں ادات تشبیہ مذکور نہیں ہے۔

ماحصل

جون ایلیا کی شاعری میں تشبیہ کا استعمال صرف ادبی حسن کے لیے نہیں بلکہ ایک فکری اور داخلی اظہار کے وسیلے کے طور پر سامنے آتا ہے۔ ان کی تشبیہیں روایتی حسن پر مبنی مشابہتوں سے ہٹ کر جدید، علامتی اور داخلی کیفیات کی ترجمان ہوتی ہیں۔ وہ محبت، تنہائی، شکست، اور وجودی کرب جیسے گہرے انسانی احساسات کو سادہ مگر چونکا دینے والی تشبیہوں کے ذریعے بیان کرتے ہیں۔ ان کی ہر تشبیہ اپنے اندر ایک پوری کائنات سمیٹے ہوئے نظر آتی ہے، جو قاری کو محض لذتِ سخن نہیں بلکہ لذتِ فکر بھی عطا کرتی ہے۔

جون ایلیا کی تشبیہیں اکثر قاری کے ذہن میں سوالات پیدا کرتی ہیں، جن کے جواب خود شاعر بھی نہیں دیتا بلکہ سوچنے کا در کھول دیتا ہے۔ ان کی شاعری میں تشبیہ محض اظہارِ خیال کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک فکری علامت بن جاتی ہے، جو داخلی اور خارجی دنیا کے پیچیدہ تعلقات کو مجسم کرتی ہے۔ اس لیے جون ایلیا کی شاعری میں تشبیہ کا استعمال اردو غزل کے کلاسیکی اور جدید دونوں اسالیب میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے، جو انھیں نہ صرف ایک منفرد شاعر بناتا ہے بلکہ ایک ایسا تخلیق کار بھی، جو زبان کے پیرایۂ اظہار کو نئی جہت عطا کرتا ہے۔

حوالہ جات

1۔ جون ایلیا، شاید، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، 2022ء، ص:17

2۔ ایضاً، ص:178

3۔ جون ایلیا، یعنی، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، 2022ء، ص:34

4۔ ایضاً، ص:36

5۔ ایضاً، ص:116

6۔ جون ایلیا، گویا، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، 2022ء، ص:197

7۔ جون ایلیا، یعنی، ص:136

8۔ جون ایلیا، گمان، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، 2022ء، ص:152

9۔ ایضاً، ص:75

10۔ ایضاً، ص:106

11۔ ایضاً، ص:209

12۔ جون ایلیا، یعنی، ص:145

13۔ ایضاً، ص:149

14۔ جون ایلیا، گویا، ص:68

15۔ جون ایلیا، لیکن، ص:117

16۔ جون ایلیا، گمان، ص:151

17۔ جون ایلیا، لیکن، ص:132

18۔ جون ایلیا، شاید، ص:281

19۔ ایضاً، ص:296

20۔ جون ایلیا، یعنی، ص:28

21۔ ایضاً، ص:31

22۔ جون ایلیا، لیکن، ص:133

23۔ ایضاً، ص:133

24۔ جون ایلیا، شاید، ص:212

25۔ جون ایلیا، گمان، ص:52

26۔ جون ایلیا، گویا، ص:124